فضائل و مسائل

قربانی

تالیف

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
متکلم اسلام

ناشر
مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

فضائل ومسائل قربانی

متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

قربانی کی اہمیت:

قربانی ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور اُمت محمدیہ علی صاحبہا السلام تک مشروع چلی آرہی ہے۔ ہر مذہب وملت کا اس پر عمل رہا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ" الآية﴾ (حج:34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائے۔

قربانی کا عمل اگرچہ ہر امت میں جاری رہا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں خصوصی اہمیت اختیار کر گیا، اسی وجہ سے اسے "سنت ابراہیمی" کہا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض خدا کی رضامندی کے لیے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کیلئے پیش کیا تھا۔ اسی عمل کی یاد میں ہر سال مسلمان قربانیاں کرتے ہیں۔ اس قربانی سے ایک اطاعت شعار مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ رب کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے اور مال ومتاع کی محبت کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرے۔ نیز قربانی کرتے وقت یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ قربانی کی طرح دیگر تمام عبادات میں مقصود رضاء

الٰہی رہے، غیر کے لیے عبادت کا شائبہ تک دل میں نہ رہے۔ گویا مسلمان کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر بن جائے:

”اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ “ (انعام :162)

ترجمہ: میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کی رضامندی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

قربانی کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّیْ“۔
(جامع الترمذی:ج 1،ص:409: ابو اب الاضاحی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ قربانی کرتے رہے۔

قربانی کے فضائل:

کئی احادیث میں قربانی کے فضائل وارد ہیں۔ چند یہ ہیں۔

(1): عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ۔
(سنن ابن ماجہ ص 226 باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ رضی اللہ

عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے ؟(یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے ؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمیں قربانی کرنے سے کیا فائدہ ہو گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اون کے بدلے میں کیا ملے گا؟ فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں (بھی) نیکی ملے گی۔

(2) ”عَنۡ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَاعَمِلَ آدَمِیٌّ مِنۡ عَمَلٍ یَوۡمَ النَّحۡرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنۡ اِھۡرَاقِ الدَّمِ اَنَّہٗ لَیَتَأۡتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ بِقُرُوۡنِہَا وَاَشۡعَارِھَا وَاَظۡلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ یَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبۡلَ اَنۡ یَّقَعَ مِنَ الۡاَرۡضِ فَطِیۡبُوۡا بِہَا نَفۡساً“

(جا مع الترمذی ج1ص275با ب ما جاء فی فضل الاضحیہ)

ترجمہ: عید الاضحی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کرلیتا ہے۔ لہذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(3) ” عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اُنۡفِقَتِ الۡوَرَقُ فِیۡ شَیۡءٍ اَفۡضَلُ مِنۡ نَحِیۡرَۃٍ فِیۡ یَوۡمِ الۡعِیۡدِ“۔

(سنن الدار قطنی ص774با ب الذبائح، سنن الکبریٰ للبیہقی ج9 ص 261)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی کام میں مال خرچ کیا جائے تو وہ عید الاضحی کے دن قربانی میں خرچ کیے جانے

والے مال سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔

قربانی کے مسائل

(1) قربانی واجب ہے:

ہر صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں قرآن و سنت میں کئی دلائل موجود ہیں۔ چند یہ ہیں:

(1) ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ“۔(الکوثر:2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

مشہور مفسر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”قَالَ عِكْرَمَةُ وَعَطَاءُ وَقَتَادَةُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلٰوةُ الْعِيْدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُكِكَ فَعَلٰى هٰذَا يَثْبُتُ بِهٖ وُجُوْبُ صَلٰوةِ الْعِيْدِ وَ الْاُضْحِيَّةِ“۔

(تفسیر مظہری: ج:10 ص:353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ“ میں ”فَصَلِّ“ سے مراد ”عید کی نماز“ اور ”وَانْحَرْ“ سے مراد ”قربانی“ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

علامہ ابو بکر جصاصؒ اپنی تفسیر ”احکام القرآن“ میں فرماتے ہیں:

”قَالَ الْحَسَنُ صَلٰوةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبُدْنِ ...قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا التَّاوِيْلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ اَحَدُهُمَا اِيْجَابُ صَلٰوةِ الْاَضْحٰى وَالثَّانِيْ وُجُوْبُ الْاُضْحِيَّةِ“

(احکام القرآن للجصاص ج3ص 419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ“ میں جو نماز کا

ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور ''وانحر '' سے قربانی مراد ہے۔ امام ابو بکر جصاص ؒ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

1۔ عید کی نماز واجب ہے۔2۔ قربانی واجب ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلاَ یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا ''۔

(سنن ابن ماجہ ص226باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا ،مسند احمد ج 2 ص321 رقم 8256،السنن الکبریٰ ج9ص260کتا ب الضحایا ،کنز العمال رقم 12261)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ بھٹکے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید واجب کو چھوڑنے پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

(3) حضرت مخنف بن سلیمؓ سے روایت ہے:

''کُنَّاوُقُوْفاً عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ و سلم بِعَرَفَۃَ فَقَالَ یَااَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَۃً وَعَتِیْرَۃً''

(سنن ابن ما جۃ ص226باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا،سنن النسا ئی ج2ص 188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم معلوم ہوا، ایک عید الاضحی کی قربانی کا اور

دوسرا عتیرہ کا۔

فائدہ: ''عتیرہ'' اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی اسلام آنے کے بعد اللہ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرما دیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے:

''نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْفَرَعِ وَالْعَتِيْرَةِ''۔

(سنن النسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرما دیا۔

فائدہ: ''فرع'' اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور زمانہ جاہلیت میں اسے بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔(زہر الربیٰ علی النسائی للسیوطی ج2 ص188)

(4) حضرت جندب بن سفیان البجلیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''شَهِدْتُّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ''۔

(صحیح بخاری ج2ص843 باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعاد)

ترجمہ: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں عید الاضحی کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہئے کہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے جانور ذبح کرنے کی صورت میں قربانی لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

(2) قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مرد وعورت میں قربانی کے ایام میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے:

(1) مسلمان ہو۔ دلیل: ”لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ “۔(بدائع الصنائع ج 4ص195)

ترجمہ: قربانی عبادت وقربت کا نام ہے اور کافر عبادت اور قربت کا اہل نہیں۔

(2) آزاد ہو۔ دلیل: لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا يَمْلِكُ“۔(البحر الرائق ج2 ص 271)

ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(3) صاحب نصاب ہو۔ دلیل: ”عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه و سلم قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا “

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی هی واجبة ام لا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحبِ وسعت ہونا ضروری ہے جسے ”صاحب نصاب“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

(4) مقیم ہو۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ دلیل: ”عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ اُضْحِيَّةٌ“۔(المحلیٰ بالآثار لابن حزم ج6ص37،مسئلہ نمبر 979)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(3) قربانی کا نصاب:

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو صدقہ الفطر کے واجب ہونے کا نصاب ہے۔(الفتاویٰ الہندیہ ج5ص360، کتا ب الاضحیہ)

لہذا جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔(الجو ہر ۃ النیرۃج 1ص160،با ب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لا یجوز)

یادرہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت وحاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود ونمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئیں ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔(بدا ئع الصنا ئع ج2ص 159۔158،ردالمحتار ج3ص346با ب مصرف الزکوٰۃ والعشر)

(4) قربانی کے جانور:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کئے جاسکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ(نر،مادہ)ہیں۔

دلیل: قال اللہ تعالیٰ: " ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ... وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ" (انعام:143، 144)

ترجمہ: آٹھ جانور ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔

فائدہ: قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلائل:

(1) اجماع امت: ''وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ حُکْمَ الْجَوَامِیْسِ حُکْمُ الْبَقَرِ'' (کتا ب الاجماع لابن منذر ص37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

(2) لغت: ''اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ کِبَارِ الْبَقَرِ'' (المنجد ص101)

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔

(3) حضرت حسن بصریؒ [م110ھ] فرماتے: ''اَلْجَامُوْسُ بِمَنْزِلَۃِ الْبَقَرِ'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج7 ص65 رقم 10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

(4) امام سفیان ثوریؒ [م161ھ] فرماتے ہیں: '' تُحْسَبُ الْجَوَا مِیْسُ مَعَ الْبَقَرِ '' (مصنف عبد الرزاق ج4ص23 رقم الحدیث 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

(5) امام مالک بن انس مدنیؒ [م179ھ] فرماتے ہیں: ''اِنَّمَا ھِیَ بَقَرٌ کُلُّھَا '' (مؤطا امام مالک ص294 باب ما جاء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ''اَلْجَوَامِیْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ ''۔ (کتاب الاموال لابن عبیدج2 ص385رقم 812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

فائدہ: جانور کے سات اعضاء کا کھانا مکروہ ہیں:

دلیل: عَنْ مُجَاهِدٍقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه و سلم يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا،اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْاُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ۔(مصنف عبدالرزاق ج4 ص409 ،السنن الكبرى للبيهقى ج10ص7،باب مايكره من الشاة)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانور کے سات اعضاء کھانے کو ناپسند فرماتے تھے۔

(1)خون (2)مادہ جانور کی شرمگاہ (3) خصیتین (4)غدود (5)نر جانور کی پیشاب گاہ (6)مثانہ (7)پتہ

(5)جانور کی عمر:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل:"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه و سلم لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذْعَةً مِّنَ الضَّأْنِ"
(صحيح مسلم ج2ص155با ب سن الاضحيه)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے لیے مُسِنَّۃ [عمر والا جانور] ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر(1)اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ "مسنہ" استعمال فرمایا ہے بقول امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ فقہاء کرام احادیث کے معانی ومطالب زیادہ

جانتے ہیں۔(جامع الترمذی ج1ص193 باب غسل المیت)

چنانچہ جمہور فقہاء کرامؒ نے "مسنہ" کا مطلب یہ فرمایا کہ اس سے مراد "الثنی" یعنی وہ جانور ہے جس میں عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو، چنانچہ بھیڑ، بکری، ایک سال کی گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(۱)مشہور محدث وفقیہ علامہ ابو الحسین القدوریؒ فرماتے ہیں: "اِنَّ الْفُقَهَاء قَالُوْا...وَالثَّنی مِنَ الْغَنَمِ اِبْنُ سَنَةٍ وَالثَّنی مِنْهُ مِنَ الْبَقَرِ اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَالثَّنی مِنَ الْاِبِلِ اِبْنُ خَمْسٍ"۔(الفتاویٰ عالمگیریہ ج5ص367)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ بکری ایک سال کی، گائے دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(۲)محدث وفقیہ علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیمؒ فرماتے ہیں: "وَالثَّنی مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ اِبْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ اِبْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اِبْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ"۔(البحر الرائق ج8ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

اور یہی تعریف ان کتب میں بھی موجود ہے:

(۱) بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ج4ص71

(۲) تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج3ص558

نمبر(2)مذکورہ حدیث میں "مسنہ" نہ ملنے کی صورت میں "جَذَعَةٌ مِّنَ الضَّأْنِ" کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔

چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیمؒ(م 970ھ) فرماتے ہیں: "وَقَالُوْا هٰذَا

اِذَاکَانَ الْجَذَعُ عَظِيماً بِحَيْثُ لَوْخَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ"۔(البحر الرائق ج8ص202 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو کہ اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

(6) شرکاء اور ان کی تعداد:

قربانی کا جانور اگر اونٹ گائے یا بھینس ہو تو اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں:

دلیل (1) "عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلَّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِيْ بَدَنَةٍ"۔(صحیح مسلم ج1ص424 باب جواز الاشتراک الخ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

(2) "عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَ عَنْ سَبْعَةٍ"

(صحیح مسلم ج1ص424 باب جواز الاشتراک الخ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی

سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی۔

اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے:

دلیل(1) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:"اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَیَّ بَدَنَۃً وَاَنَا مُوْسِرٌ بِھَا وَلاَ اَجِدُھَا فَاَشْتَرِیْھَا فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاۃٍ فَیَذْبَحُھُنَّ"

(سنن ابن ما جہ ص 226کتا ب الاضا حی با ب کم یجزی من الغنم عن البدنۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مجھ پر ایک بڑا جانور (اونٹ یا گائے) واجب ہو چکا ہے، میں مالدار ہوں، مجھے بڑا جانور نہیں مل رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہٰذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات بکریاں خرید کر انہیں ذبح کرلو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جانور کو سات بکریوں کے برابر شمار کیا۔ بڑے جانور میں قربانی کے سات حصے ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ایک بکری یا ایک دنبہ کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

دلیل(2) حضرت عبداللہ بن عمر کا ارشاد ہے:"اَلشَّاۃُ عَنْ وَاحِدٍ"

(اعلاء السنن ج 17ص210 باب ان البدنۃ عن سبعۃ بجوا لہ بنا یہ)

ترجمہ: بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔

(7) قربانی کے دن:

قربانی کے تین دن ہیں 12.11.10 ذوالحجہ۔

دلیل:(1)قال اللہ تعالیٰ:"لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ"۔(الحج:28)

ترجمہ:۔تاکہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:"فَالْمَعْلُوْمَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج6ص261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم نحر(10 ذوالحجہ)اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

دلیل:(2)"عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ و سلم مَنْ ضَحّٰى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِيْ بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْئٌ"۔(صحیح بخاری ج2ص835 باب ما يؤكل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہیں بچنا چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانور قربان کرنے کی اجازت کہاں سے ہو گی؟

فائدہ: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جا سکتا ہے۔(مستدرک حاکم ج4ص259)اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ "جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے" اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جاسکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہو گی؟! ہرگز نہیں۔ تین دن کے بعد

قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل:(3)حضرت علیؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔(مؤطا امام مالک ص497، کتاب الضحایا)

دلیل:(4)"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: اَلنَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ وَاَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ"(احکام القرآن للطحاوی ج2ص205)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن دس ذوالحجہ اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

(8) قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والو ں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔(فتاویٰ قاضی خان ، فتاویٰ شامی)

چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ:" سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ و سلم يَخْطُبُ فَقَالَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهٗ لِاَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ"(صحیح بخاری ج 2 ص 834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں، پھر واپس آکر قربانی کریں، جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہما رے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو یہ

محض گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے، اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہو گا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہو گا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

(9) عمومی مسائل:

(1) خصی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔ (سنن ابی داؤد ج2ص386 باب ما یستحب من الضحا یا)

(2) اگر کوئی آدمی عقیقہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں اپنا حصہ رکھ لے تو یہ جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص375)

(3) ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں البتہ اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (سنن ابی داؤد ج2 ص 387، ردالمحتار ج9 ص 536 کتا ب الاضحیہ)

(4) اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں اور وہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔ (ردالمحتار ج9 ص 537 کتاب الاضحیہ)

(5) جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (جا مع التر مذی ج1 ص275 باب الاضاحی، ردالمحتار ج9 ص 537 کتا ب الاضحیہ)

(6) اگر جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہے لیکن جڑ سے نہیں اکھڑا تو اسکی قربانی جائز ہے اور اگر جڑ سے اکھڑ چکا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔(سنن طحا وی ج2 س271 باب العیوب التی لا یجوز الھدا یا والضحا یا ، ردالمحتار ج9 ص 535 کتاب الاضحیہ)

(7) جانور کی دم اگر تہائی سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے اگر تہائی یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔(اعلاء السنن ج17 ص237، فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص368)

(8) گائے یا بھینس وغیرہ کا ایک تھن خراب اور باقی تین ٹھیک ہوں تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں تو قربانی جائز نہیں اسی طرح بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو قربانی جائز نہیں۔(المعجم الاوسط ج2ص374 رقم 3578،فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص 368)

(9) جانور اگر اندھا ہو یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی یا اس سے زائد روشنی نہ ہو تو اسکی قربانی جائز نہیں ہاں اگر روشنی تہائی سے کم جاتی رہے تو قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص368)

(10) ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو۔ مشرک، مجوسی، بت پرست، اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔(بدائع الصنائع ج4ص164)

(11) افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ اپنے گھر کے لیے، ایک حصہ رشتے داروں اور دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کیا جائے، اگر عیال زیادہ ہوں تو سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔(فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص371-370) قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں۔(بدائع الصنائع ج4ص225)

تکبیراتِ عیدین

متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت ہے جو چھ زائد تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قرأت سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ کر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں۔

پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات چونکہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ثناء کے متصل بعد کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں یہ تکبیرات کہہ کر متصل رکوع کی تکبیر کہی جاتی ہے، اس لیے اس اتصال کی وجہ سے پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ مل کر یہ تکبیرات چار ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سے مل کر چار۔ گویا ہر رکعت میں چار تکبیرات شمار ہوں گی۔

بعض روایات میں پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ، تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر پانچ اور دوسری رکعت میں تین زائد تکبیرات اور رکوع کی تکبیر کو ملا کر چار بتایا گیا ہے اور مجموعی طور پر نو تکبیرات شمار کی گئی ہیں۔ دونوں صورتوں میں زائد تکبیرات چھ ہی بنتی ہیں۔

1: عَنِ الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عِیْدٍ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا وَاَرْبَعًا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ حِیْنَ انْصَرَفَ فَقَالَ لَاتَنْسَوْا کَتَکْبِیْرِ الْجَنَائِزِ وَاَشَارَ بِاَصَابِعِہٖ وَقَبَضَ اِبْہَامَہٗ۔ (شرح معانی الآثار ج2 ص371 باب صلوۃ العیدین کیف التکبیر فیہا؟)

ترجمہ: ابو عبد الرحمن قاسم فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح (چار) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی انگلیوں کا اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

2: عَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ عَائِشَةَ جَلِيْسٌ لِّاَبِيْ هُرَيْرَةَ: اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ اَبَامُوْسٰى الْاَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى كَذٰلِكَ كُنْتُ اُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ۔

(سنن ابی داؤد ج1 ص170باب التکبیر فی العیدین ،السنن الکبریٰ للبیہقی ج3ص 289 باب ذکر الخبر الذی روی فی التکبیر اربعا)

ترجمہ: حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ کے ہمنشین ابو عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا چار تکبیریں کہتے تھے، جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سچ کہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔

3: عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَا كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهُ حُذَيْفَةُ وَاَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِي الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى فَجَعَلَ هٰذَا يَقُوْلُ: سَلْ هٰذَا وَ هٰذَا يَقُوْلُ:سَلْ هٰذَا حَتّٰى قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَلْ هٰذَا لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَائَةِ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج4 ص 593 رقم 9402،مصنف عبدالرزاق ج3ص167باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید رقم 5704)

ترجمہ: علقمہ اور اسود بن یزید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے،ان کے پاس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔تو ان سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے عید الفطر اور عید الاضحی کی تکبیروں کے متعلق سوال کیا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: ان(حضرت ابو موسیٰ) سے پوچھو، اور حضرت ابو موسیٰ نے کہا:ان(حضرت حذیفہ) سے پوچھو،پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مسئلہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نمازی چار تکبیریں(ایک تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ) کہے،پھر قراءت کرے،پھر تکبیر کہ کر رکوع کرے دوسری رکعت میں تکبیر کہے،پھر قراءت کرے،پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے۔(تین تکبیرات زائدہ اور ایک تکبیر رکوع کے لیے)

4: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تکبیراتِ جنازہ کے چار ہونے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

فَاجۡمَعُوۡا اَمۡرَهُمۡ عَلٰى اَنۡ يَجۡعَلُوۡا التَّكۡبِيۡرَ عَلَى الۡجَنَائِزِ مِثۡلَ التَّكۡبِيۡرِ فِي الۡاَضۡحٰى وَالۡفِطۡرِ اَرۡبَعَ تَكۡبِيۡرَاتٍ۔

(شرح معانی الآثار ج1ص319 باب التکبیر علی الجنائز کم هو ؟)

ترجمہ: تو انہوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں۔

5: عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عنه :فِي الۡاُوۡلٰى خَمۡسُ تَكۡبِيۡرَاتٍ بِتَكۡبِيۡرَةِ الرَّكۡعَةِ وَبِتَكۡبِيۡرَةِ الۡاِسۡتِفۡتَاحِ وَفِي الرَّكۡعَةِ [الۡاُخۡرٰى] اَرۡبَعَةٌ بِتَكۡبِيۡرَةِ الرَّكۡعَةِ

(مصنف عبد الرزاق: ج3 ص166رقم الحدیث 5702باب التکبیر فی صلوۃ العید)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز عید کی پہلی رکعت میں رکوع اور تحریمہ کی تکبیر کو ملا کر پانچ تکبیریں ہوتی ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع والی تکبیر کو ملا کر چار تکبیریں بنتی ہیں [خلاصہ یہ کہ ہر رکعت میں زائد تکبیروں کی تعداد تین ہے۔]

6: عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ الۡحَارِثِ اَنَّهُ صَلّٰى خَلۡفَ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا فِي الۡعِيۡدِ فَكَبَّرَ اَرۡبَعًا ثُمَّ قَرَءَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ قَامَ فِي الثَّانِيَةِ فَقَرَءَ ثُمَّ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ۔

(سنن الطحاوی: ج2 ص372باب التکبیر علی الجنائز کم هو ؟)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الحارث رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے پہلے چار تکبیریں کہیں، پھر قراءت کی، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر جب آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قراءت کی پھر تین تکبیریں کہیں، پھر (چوتھی) تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنے کا ثبوت

نمازِ عیدین میں تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کیا جاتا ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل نمبر 1:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ اَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ فِي التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَ فِي الْعِيْدَيْنِ وَ عِنْدِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَ عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَ بِجَمْعٍ وَ عَرَفَاتٍ وَ عِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔

(سنن الطحاوی:ج1ص417 باب رفع الیدین عند رویۃ البیت)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سات جگہوں میں رفع یدین کیا جاتا ہے۔(۱) نماز کے شروع میں (۲) نمازِ وتر میں قنوت کے وقت (۳) عیدین میں (۴) حجر اسود کو سلام کے وقت، (۵) صفا و مروہ پر، (۶) مزدلفہ اور عرفات میں (۷) دو جمروں کے پاس ٹھہرتے وقت

دلیل نمبر 2:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَاتِ۔

(مرقاۃ المفاتیح لعلی القاری: ج 3ص495 باب صلاۃ العیدین)

ترجمہ: فقہائے کرام کا عیدین کی تکبیرات کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

دلیل نمبر 3:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَاتِ۔

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ: ص63)

ترجمہ: ائمہ فقہاء کا تکبیرات عیدین کے رفع یدین پر اتفاق ہے۔

دلیل نمبر4:

وَاَجۡمَعُوۡا عَلٰی اَنَّہٗ یُرۡفَعُ الۡاَیۡدِیۡ فِیۡ تَکۡبِیۡرِ الۡقُنُوۡتِ وَ تَکۡبِیۡرَاتِ الۡعِیۡدَیۡنِ

(بدائع الصنائع للکاسانی: ج1ص484 ، رفع الیدین فی الصلوۃ)

ترجمہ: فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتروں میں قنوت کی تکبیر اور عیدین کی تکبیرات کے وقت رفع یدین کیا جائے۔

فائدہ: پنجگانہ نمازوں میں رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا ممنوع اور عیدین میں کیا جانے والا رفع یدین مشروع ہے۔

نماز عید میں کیے جانے والے رفع الیدین کے دلائل آپ نے اوپر ملاحظہ کر لیے۔ عید کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین ممنوع اور منسوخ ہے، اس کے دلائل کے لیے میرا ترتیب دیا ہوا پمفلٹ اور پوسٹر ملاحظہ فرمائیں، جس کا عنوان ہے : نماز میں رفع الیدین نہ کرنے کے دلائل